مولانا حالی کی نظم مناجات بیوہ کے مرکزی خیال

کلیدی الفاظ: # مولانا حالی # مناجات بیوہ # مرکزی خیال

محمد رمیض مصباحی
متعلم کرُوڑی مل کالج، دہلی یونیورسٹی

تلخیص:

مولانا الطاف حسین حالی اردو ادب کے پہلے مصلح اور محسن تھے۔ وہ بیک وقت شاعر، نثر نگار، نقاد اور صاحب طرز سوانح نگار بھی تھے۔ جنہوں نے ادبی اور معاشرتی سطح پر زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو محسوس کیا اور ادب و معاشرت کو ان تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا۔ ان کو مرزا غالب، نواب شیفتہ اور سرسید کی صحبت ملی ۔اس سے ان کے تنقیدی شعور کو جلا ملی۔ مرزا غالب نے شعر کی باریکیوں پر غور کرنا سکھایا۔ شیفتہ کے اثر سے دل میں جھوٹ اور مبالغے سے نفرت پیدا ہوئی۔ سرسید نے یہ حقیقت بتائی کہ شاعری بیکار کا مشغلہ نہیں ہے، اس سے زندگی کو بہتر بنانے اور سنوارنے میں مدد ملتی ہے۔

وہ اپنی تحریروں میں اپنی شخصیت کا کم سے کم دخل دیتے ہیں حیات جاوید اسی کا ثبوت ہے۔ حالی کی تحریروں میں بے تعلقی، شرافت، سادگی، منکسر مزاجی محبت، شفقت، دھیما پن اور سلامت مزاج بدرجہ اتم موجود ہے۔ (سید عبداللہ)

مناجات بیوہ مولانا الطاف حسین حالی کی بہترین نظموں میں سے ایک ہے۔

مولانا کوخود بھی اس نظم پر ناز تھا۔اس نظم میں ایک بیوہ عورت اللہ تبارک وتعالی سے مخاطب ہوکر اپنی پریشانیوں اور دکھوں کا اظہار کرتی ہوئی کہتی ہے کہ اے خدا کائنات میں تیری ہی ذات سب کچھ ہے،تو ہی اول اور آخر ہے اور تو ہی پریشانیاں دیتا ہے اور دور کرتا ہے،تو نے کسی کو خوشیوں سے بھر دیا ہے اور کسی کی زندگی میں دکھ ہی دکھ ہیں۔تو کسی کو امیر بناتا ہے کسی کو غریب۔کسی کے لئے ساری محبتیں امڈی آتی ہیں اور کوئی اس دنیا میں ایک غم خوار کے لیے ترستا ہے۔آج تک کوئی شخص ہندوستان کی بدنصیب اور نامراد بیوہ کے جذبات وخیالات کو اس خوبصورتی کے ساتھ نظم نہیں کر سکا تھا۔جیسا کہ مولانا نے کیا۔

آج ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی عورت بیوہ ہو جائے تو وہ بیوہ ہونے کے بعد خود بھی،اس کے خاندان والے بھی اور ہماری قوم بھی اس کے دوسرے نکاح کو عیب سمجھتیں ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ تہذیبی شرافت کے خلاف ہے۔اور وہ جوانی میں چاہ کر بھی نکاح نہیں کر سکتی دل چاہتا ہے مگر بے رحم معاشرہ،خلاف شرع روایت،ظالم زنجیریں،طعنے کا ڈر،عورتوں کی طعنہ زنی کا خوف،اس جوان عورت کو سسک سسک کر مرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔مولانا حالی نے کمسن بدنصیب بیوہ عورتوں کے صحیح جذبات واحساسات کو اس طرح محسوس کیا ہے گویا کہ یہ سب کچھ خود ان پر بیت چکا ہو لیکن یہی تو اصل شاعر کا کمال ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس کی آپ بیتی ہے اور تب ہی وہ ایسی زندہ جاوید چیزیں لکھ سکتا ہے جیسی"مناجات بیوہ"۔

مناجات بیوہ کا ہندوستان کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور سنسکرت میں بھی ترجمہ کیا جا چکا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ نظم ہر ایک زبان میں اتنی ہی مقبول ہوئی ہوگی جتنی اردو میں ہوئی اس لیے کہ بیوہ عورت کی جو حالات اس میں دکھائی گئی ہے وہ ہندوستان کے ہر حصے میں پائی جاتی ہے اور یہ دردناک تصویر ہر جگہ بیوہ عورت کی حالت کا آئینہ دار ہے۔

اس نظم کی زبان و بیان کی سادگی اور سنجیدگی ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے۔اس کو پڑھ کر بے اختیار یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے حالی ہی نے ہندوستانی زبان کی بنیاد ڈالی تھی۔ چونکہ حالی سادہ لوح انسان تھے ان کی تحریریں ان کے مزاج کی طرح سادہ اور سلیس ہیں اس نظم کے سادہ، سہل، دلچسپ، دلنشیں اور زبان میں ہندی کے سینکڑوں شیریں الفاظ بے تکلف لیکن نہایت برمحل استعمال ہوئی ہیں۔

حالی نے اس نظم کے لیے انداز بیان بھی وہ اختیار کیا ہے جس سے زیادہ موزوں اور موثر طرز بیان اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ایک سماج کی ٹھکرائی ہوئی، مصیبت کی ماری، ستم زدہ بیوہ جس کی دنیا میں کوئی دادرس نہیں سوائے اپنے پالن ہار کے، وہ اسی سے اپنا درد بیان کرتی ہے، شکایت کرتی ہے اور دعا کرتی ہے۔ایک ایک شعر سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے دل کی بات کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ قاری کے دل میں اترتا چلا گیا ہے۔

☆☆

اے مرے زوراور قدرت والے
حکمت اور حکومت والے
میں لونڈی تیری دکھیاری
دروازے کے تیری بھکاری
موت کی خواہاں جان کی دشمن
جان پہ اپنی آپ اجیرن
اپنے پرائے کی دھتکاری
میکے اور سسرال پر بھاری
سہ کے بہت آزار چلی ہوں
دنیا سے بیزار چلی ہوں

دل پر میرے داغ ہیں جتنے
منہ میں بول نہیں ہیں اتنے
دکھ دل کا کچھ کہ نہیں سکتی
اس کے سوا کچھ کہ نہیں سکتی

☆☆

بیاہ کے دم پائی تھی نہ لینے
لینے کے یہاں پڑ گئے دینے
خوشی میں بھی سکھ پاس نہ آیا
غم کے سوا کچھ راس نہ آیا
ایک خوشی نے غم یہ دکھائے
ایک ہنسی نے گل یہ کھلائے
چین سے رہنے دیا نہ جی کو
کر دیا ملیامیٹ خوشی کو
رو نہیں سکتی ،تنگ ہوں یہاں تک
اور روؤں تو روؤں کہاں تک
تھک گئی میں دکھ سہتے سہتے
تھم گئے آنسوں بہتے بہتے

☆☆

ایک نوجوان پاکیزہ بیوگی کس طرح اپنے فطری جزبات کو دباتی ،نفس کو کچلتی اور جنسی خواہشات کو سلاتی اور کس طرح پاک صاف زندگی گزارتی ہے؟ یہ ایک ایسا سخت مرحلہ ہے جس کو سمجھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ۔جس پر بیتے وہی جانے ۔مگر حالی اس مقام سے بھی

بڑے کمال کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ہیں۔

☆☆

میں نہیں آخر پاک بدی سے
بنی ہوں پانی اور مٹی سے
تو نے بنایا تھا مجھے جیسا
چاہیے تھا ہونا مجھے ویسا
بس ہمیں جتنا تو نے دیا ہے
اس کے سوا قدرت ہمیں کیا ہے
کان اور آنکھیں ہاتھ اور بازو
جن جن پر تھا یہاں مجھے قابو
سب کو بدی سے بچایا
سب کو خودی سے میں نے ہٹایا
اٹھتے بیٹھتے روکا سب کو
سوتے جاگتے ٹوکا سب کو
ہاتھ کو ہلنے دیا نہ بے جا
پاؤں کو چلنے دیا نہ ٹیڑھا
آنکھ کو اٹھنے دیا نہ اتنا
جسے کی پیدا ہو کوئی فتنہ
کان کو رکھا دور بلا سے
اوپری آوازوں کی ہوا سے

☆☆

اور پھر اپنے درد دل کا بیان کرتے کرتے اپنی جیسی دوسری بہنوں کے خیال سے اس کا دل تڑپ اٹھتا ہے۔

اپنے لیے کچھ کہ نہیں سکتی
پر یہ کہے بن رہ نہیں سکتی
میں ہی اکیلی نہیں ہوں دکھیا
پڑی ہے لاکھوں پر یہی پتا
بالیاں اک اک ذات کی لاکھوں
بیاہیاں ایک ایک رات کی لاکھوں
ہو گئے آخر اسی الم میں
کٹ گئیں عمریں اسی غم میں
سیکڑوں بے چاری مظلومیں
بھولی ، نادانیں، معصومیں
بیاہ ہوئی اور رہی کنواری
آئیں بلکتی ، گیں سسکتی

☆☆

مندرجہ بالا اشعار یہ بات واضح ہے کہ جب قوم کی اصلاح اور نئی نسل کی تعمیر و تربیت کا انحصار خواتین پر ہے تو پھر ان کے ساتھ اس طرح کی ظلم اور زیادتی کیوں؟ سنت نبوی پر عمل کرنے والی قوم حضرت خدیجہ سے سبق لینے کے بجائے ”بیواؤں“ کو مشکلات و مصائب میں مبتلا کیوں کرتی ہے؟ حالی نے محض ”مناجات بیوہ“ میں ہی نہیں بلکہ ”مجالس النسا“، ”چپ کی داد“ اور بیٹیوں کی نسبت کو خلق کرتے ہوئے کڑوی، کسیلی اور پیچیدہ باتوں کو بھی سیدھے سادے انداز میں بیان کیا ہے جو براہ راست دل پر اثر انداز ہوجاتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ طویل

عرصہ گزر جانے کے باوجود حالی کی یہ تخلیقات خصوصاً مناجات بیوہ آج بھی ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہے۔

مآخذ و مراجع:

ادب، ادیب اور اصناف۔ محمد امین۔ (ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ 1988)

ویکی پیڈیا

☆☆☆